OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN: 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 27-40

سولھویں صدی ہجری میں صیانت عقیدہ و عمل کے لیے مجددی تحریک کا کردار

A Role of Mujaddidi Movement towards theProtection of Faith & Practice in 16th Century (A.D)

Riffat Awais

Assistant Professor

Govt. College for Women Sanglahill

Dr. Muhammad Humayun Abbas

Professor, Deptt. Of Islamic Studies and Arabic, GCUF

Abstract

In 16th centuary A.D., the foundations of various groups were laid down on the basis of deviation from Sunnah in subcontinent. Although, these groups were having different targets and different ways to act upon, but they were having the same anti-Islam agenda. The socio-religious triangle of misguiding scholars, mischievious Sufis and their political benefits; created a tough situation to abide by the principles of Islam. Shykh Ahmad Sirhindi played a vital role in order to counter these anti-Islam forces. His methodology was in accordance with the Sunnah of the Holy Prophet PBUH and eventually he succeeded. In this way, his methodology is a role model to counter the same anti-Islamic circuimstances in future. A discussion has been made in order to elaborate the challenges faced by Shykh Ahmad and his methodology to work against this situation.

Keywords: 16th Centuary, Anti-Islam forces, Reform movement, Shykh Mujaddid, Challenges, Situation.

تاریخی اعتبار سے برصغیر میں سولھویں صدی عیسوی کو نہایت اہمیت حاصل ہے۔ اس وقت ہندوستان میں ہر طرف فتنوں کی یورش تھی۔ بہت سی ایسی تحریکوں نے برصغیر کا رخ کیا جن

کے مذہبی اعتقادات نے انتشار پھیلانے کی پوری کوشش کی۔[1] ان دنوں اکبر بادشاہ اور اس کے حواریوں کے زیر اثر آزاد خیالی اور الحاد کے لیے زمین ہموار کی جارہی تھی۔ اکبر بادشاہ ابتداء میں دین دار اور پابند صوم و صلوٰۃ تھا اور علماء کی بہت تعظیم کرتا تھا۔ اس نے ان کو بڑے بڑے منصب دے کر بااختیار بنادیا تو علماء فقر و قناعت سے نکل کر امراء کے زمرے میں آگئے۔ انہوں نے اس کا ناجائز فائدہ اٹھایا۔ عبادت خانہ کے بے ہنگم مباحث نے کم علم اکبر کو دین سے منحرف کر دیا اور اکبر جو اپنے آپ کو جلال الدین کہلواتا تھا وہ دین کا جلال تو نہ بن سکا لیکن اسلامی تاریخ کے صفحات میں مذہبی لحاظ سے ایک متنازع شخصیت ضرور بن گیا۔[2]

خود حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (شب جمعہ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ۔ منگل ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ)[3] رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تاثرات اس عہد کے متعلق یوں لکھے ہیں:

"اسلام کی کسمپرسی اس حد کو پہنچ چکی ہے کہ کفار بر ملا اسلام پر اعتراضات اور مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں اور بے دھڑک کوچہ و بازار میں مراسم کفر ادا کرتے ہیں اور اہل کفر کی تعریفیں کرتے ہیں اور اس کے برعکس مسلمانوں کو احکام اسلام کی ادائیگی سے منع کیا جاتا ہے اور اس پر اعتراض ہوتا ہے خدا کی شان! مشہور تو یہ ہے کہ شریعت تلوار کے سایہ میں ہے اور دین کی رونق سلاطین سے وابستہ ہے لیکن یہاں معاملہ بالکل الٹ ہو گیا ہے۔ کتنی حسرت و ندامت اور کیسے افسوس کا مقام ہے۔"[4]

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"ہزار سال بعد کفر و بدعت کی تاریکیاں مسلط ہو گئیں ہیں اور اسلام و سنت کا نور گھٹ رہا ہے۔"[5]

حضرت مجدد کے یہ اقتباسات عہد اکبری میں عقیدہ و عمل میں شاہی سرپرستی میں ہونے والی کج روی کو ظاہر کرتے ہیں۔ جو بقول میاں محمد افضل ایک ایسے بادشاہ کا دور حکومت تھا جو مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا تھا لیکن نصف صدی پر مشتمل اپنی حکمرانی کے عرصہ میں اسلام کی عمارت کو زمین بوس کرنے کی کوشش کرتا رہا۔[6] اس پر فتن دور میں ایک جابر بادشاہ کی پالیسیوں کے خلاف حق کی آواز بلند کرنا آسان نہ تھا۔ کئی اراکین سلطنت اور علماء حق نے کلمہ حق بلند کرنے کی کوشش کی وہ اپنی جان سے کھیل گئے۔[7] ان حالات میں شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے

کردار کی اہمیت کی وجہ سے ان کو مذہبی تاریخ میں مجدد[8] الف ثانی کے لقب سے نوازا گیا۔ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی ان خرابیوں کا اندازہ کر کے اصلاح احوال کا بیڑہ اٹھایا۔

یہ وہ حالات ہیں جن کی اصلاح و تبدیل کا عظیم الشان کام آپ کے سپرد کیا گیا ہے۔ اس کی طرف خود حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکاتیب میں متعدد جگہ اشارے کیے ہیں۔ حضرت معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے ہیں:

> "فرزند من! باوجود اس معاملہ کے جو میری آفرینش سے وابستہ ہے۔ ایک اور بہت بڑا کام میرے سپرد کیا گیا ہے۔ مجھے پیری مریدی کے لیے اس دنیا میں نہیں لایا گیا اور نہ میرے وجود سے ارشاد و تربیت مقصود ہے۔ معاملہ کچھ اور ہی ہے اور قدرت کو مجھ سے کچھ اور ہی کام لینا ہے۔ ہاں اس ضمن میں جس کو مناسبت ہو وہ یہ فیض بھی حاصل کر لے۔ جو کام مجھ سے قدرت کو لینا ہے اس کے سامنے یہ اصلاح وارشاد کا کام بالکل ہیچ ہے۔"[9]

احیائے ملت، اقامت دین اور فکر و عمل کی صیانت ہی وہ کام ہے جس کے متعلق مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس مکتوب میں ذکر کیا اور آپ کی یہی کوشش اور کاوش تحریک مجددی کے نام سے موسوم ہوئی۔ آپ کا اصل کام یہ تھا کہ اسلامی دنیا کو مستقیم فکری کی طرف لائیں اور حق جو باطل کے پردوں میں مستور ہو گیا تھا۔ اس کو اصلی صورت اور اصلی شان کے ساتھ دنیا کے سامنے رکھ دیں۔ کلمہ الٰہی پھر غالب ہو اور کفر و بدعت کے غلیظ بادل اسلام کے افق سے یکسر چھانٹ دیے گائیں۔ آپ نے خانقاہ میں بیٹھ کر گوشہ نشینی کی زندگی گزارنے کی بجائے عملی طور پر دین متین کی ترویج و ترقی کے لیے کوششیں کیں۔ سید سلیمان ندوی نے اس عہد کے احوال کا ذکر کرنے کے بعد حضرت مجدد کی کاوشوں کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا:

> "جب اکبر کے دور میں عجم کے جادو گروں نے اس کے کان میں یہ بات ڈال دی کہ اب وقت ہے کہ شہنشاہ اُمی کے ذریعے پیغمبر اُمی کا دین منسوخ ہو کر دین الٰہی کا ظہور ہو۔ مجوسیوں نے آتش کدے گرمائے، عیسائیوں نے ناقوس بجائے، برہمنوں نے بت آراستہ کیے اور جوگ اور تصوف نے مل کر کعبے اور بت خانے کو ایک ہی چراغ سے روشن کرنے پر اصرار کیا۔ ان حالات میں ایک فاروقی مجدد فاروقی شان سے ظاہر ہوا، یہ احمد سرہندی

تھے۔"(10)

یہ فاسد خیال عوام میں گھر کر گیا کہ ایک ہزار سال کے بعد اسلام کی ضرورت اور مدت ختم ہو گئی۔ تحریک الفی اسی سلسلہ کی کڑی تھی۔ اکبر نے اس فکر و فلسفہ کی اشاعت کے لیے کلیدی کردار ادا کیا۔ اس فکر پر حضرت مجدد کی ضرب کاری کا ذکر کرتے ہوئے مولانا مودودی لکھتے ہیں:

> "شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا اتنا ہی کارنامہ نہیں ہے کہ انہوں نے ہندوستان میں حکومت کو بالکل ہی کفر کی گود میں جانے سے روکا اور فتنہ عظیم کے سیلاب کا منہ پھیرا جو اب سے تین چار سو سال پہلے ہی یہاں اسلام کا نام و نشان مٹا دیتا اس کے علاوہ دو اور عظیم الشان کام انہوں نے کیے۔ ایک یہ کہ تصوف کو ان آلائشوں سے پاک کیا جو فلسفیانہ اور راہبانہ گمراہیوں سے اس میں سرایت کر گئی تھیں دوسرا یہ کہ سلسلہ بیعت و ارشاد سے اتباع شریعت ک ایسے تحریک چلائی جس کے ہزار ہا تربیت یافتہ کارکنوں نے نہ صرف ہندوستان کے مختلف گوشوں میں بلکہ وسط ایشیاء تک عوام کے اخلاق و عقائد کی اصلاح کی۔"(11)

جمیل احمد شرقپوری آپ کے تجدیدی کردار کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس نازک اور پر فتن دور میں اصلاح احوال کے لیے اللہ تعالیٰ نے فاروق اعظم کے سپوت کو چنا۔ اس نے دین محمدی کے خزاں رسیدہ شجر کو اپنے خون جگر سے سینچا انہوں نے بدعات و مکروہات کی نہ صرف تردید کی بلکہ ان پر شدید ضربیں لگائیں اور حق کے راستے سے منحرف لوگوں کو شریعت کے اسرار و رموز سے آگاہ کیا۔ آپ کے بارے میں شیخ عبد القادر جیلانی(12) رحمۃ اللہ علیہ (م:۵۶۱ھ / ۱۱۶۴ء) نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ ایک نور مشاہدہ میں آیا ہے جس کا ظہور تقریباً پانچ سو سال بعد ہو گا اور وہ دین محمدی کی تجدید کرے گا۔(13)

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے ان فتنوں کے سرچشموں کو دریافت کیا اور دیکھا کہ اصولی طور پر صرف تین راستے ہیں جن سے گمراہیوں اور تباہیوں کے یہ سیلاب آ رہے ہیں۔

(الف) ارباب حکومت

جن کو حالات واتفاقات کی ایک خاص رفتار اور سیاسی مفاد کے ایک غلط تصور اور توقعات نے اسلامیت سے بیگانہ اور لامذہبیت بلکہ ہندوئیت سے آشنا کر دیا ہے اور سربراہ حکومت کو اسلام کے علاوہ ہر مذہب سے ہمدردی تھی۔

(ب) دین فروش علماء

ایسے علماء جن کا مطمع نظر صرف اچھی طرح دنیا کمانا، ارباب اقتدار اور امراء وقت کی خوشنودی اور رضاء جوئی میں ساعی رہنا اور ان کی خاطر ہر منکر کو معروف بنا دینا اور اپنی خواہشات نفس کی تکمیل کے لیے اسلام میں گنجائش پیدا کرنا ہے۔

(ج) ظاہر پرست صوفی

ایسے صوفی جنہوں نے طریقت و حقیقت کے مقدس ناموں سے اپنی ایک الگ دنیا بنا رکھی تھی۔ جس میں آدمی خدا بھی بن سکتا ہے اور خدا کا بیٹا بھی۔ جس میں عارف کامل بننے کے باوجود ہر گناہ اور لذت نفس کے ہر طریقے کے لیے پوری گنجائش موجود ہے۔ ان لوگوں نے وحدت الوجود کی آڑ میں نئے فتنے دریافت کر لیے تھے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سعی جمیلہ کے ذریعے انہی تین فتنوں کو قابو میں لانے اور ان کا رخ صحیح موڑنے میں اپنی پوری حکمت اور قوت صرف فرمادی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے لیے حق تعالیٰ نے یہ راستہ اختیار کیا کہ آپ کی عظمت و جلالت اور مودت و محبت کچھ ایسے قلوب میں ڈال دی جن کے ہاتھوں میں سلطنت کا کاروبار تھا اور جن کو حکومت میں کافی رسوخ تھا۔ آپ نے ایک طرف تو خود ان کی تعلیم و تربیت کی اور ان کے خیالات کو درست کر کے اسلامی زندگی کا اصلی نصب العین ان کے سامنے رکھا اور دوسری طرف ان کے ذریعہ حکومت کی مشنری کے رخ کو صحیح کیا۔

یہ ارکان سلطنت جن کے ذریعے سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اپنی تحریک چلا رہے تھے۔ ان میں سے بعض دارالسلطنت آگرہ ہی میں تھے اور بعض دیگر صوبوں میں تھے اور حضرت ہر ایک کو برابر ہدایات دیتے تھے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ جس وقت رسل و رسائل کے ذرائع بہت محدود تھے۔ اس وقت حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سرہند کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر یہ سب کچھ

کر رہے تھے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی ٹھوس اور خاموش انقلابی کوشش کا نقشہ کچھ حد تک آپ کے مکاتیب سے معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً آپ ارکانِ سلطنت کو کس طرح مکاتیب سے خبر دار کرتے تھے۔

اسلام کی غربت اور کسمپرسی اور حکومت وقت کی اس کے ساتھ بے مہری کا ذکر کرنے کے بعد حکومت وقت کے خاص رکن خان اعظم خاں کو لکھتے ہیں کہ اس نازک وقت میں جبکہ ہمارا پلہ کمزور ہے اور ہم بازی ہار چکے ہیں آپ کے وجود کو ہم غنیمت سمجھتے ہیں اور سوائے تمہارے کوئی مرد ہمیں اس میدان میں نظر نہیں آتا حق تعالیٰ بطفیل اپنے نبی اور ان کے اہل بیت کے آپ کا ناصر و مددگار ہو۔ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کو دیوانہ نہ کیا جائے۔ اس وقت وہ دیوانگی جس کی بنیادی اسلامی غیرت اور جمعیت پر ہوتی ہے۔ آپ ہی کی فطرت میں نظر آتی ہے۔ آج وہ وقت ہے کہ تھوڑے عمل کو بڑے ثواب کے بدلے میں بڑی مہربانی سے قبول فرماتے ہیں۔ یہ جہاد قولی جو آج تم کو میسر ہے، جہاد اکبر ہے اس کو غنیمت جانو اور مزید کے طالب رہو۔ یہ جہاد باللسان جہاد بالسیف سے افضل ہے ہم جیسے بے دست و پا فقراء (جن کی دربار شاہی تک رسائی نہیں) اس نعمت سے محروم ہیں۔ ہم نے تم کو خزانہ کا پتہ دے دیا ہے۔ اگر ہمارا ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچ سکا تو شاید تم ہی اس کو پالو۔ [14]

ایک اور جگہ اسلام کی کمزوری، مسلمانوں کی ذلت و خواری اور بے اعتباری کا حال لکھنے کے بعد لالا بیگ کو خدمت دین اور اعلائے حق کی ترغیب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اگر اس وقت کہ حکومت کا آغاز ہے۔ اسلامیت نے رواج پا لیا اور مسلمانوں نے اپنا وقار قائم کر لیا تو فبہا ورنہ اگر معاذ اللہ کچھ توقف ہو گیا تو مسلمانوں پر معاملہ بہت مشکل ہو جائے گا۔ الغیاث، الغیاث، ثم الغیاث، الغیاث۔ دیکھیے یہ سعادت کس خوش نصیب کے ہاتھ میں آتی ہے۔ اور کون شہباز اس نعمت کو اچکتا ہے یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے چاہے بخشے۔''

صدر جہاں کو کچھ دعائیں دینے اور عہد اکبری کی دینی بربادی کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> ''اب جبکہ سلطنت میں انقلاب رونما ہو گیا ہے اور اہل مذاہب کے عناد کی تیزی ختم ہو کر بگڑ چکی ہے۔ عظماء اسلام، وزراء اور علماء کرام کے لیے

ضروری ہے کہ وہ اپنی پوری توجہ احکام شرعیہ کی ترویج پر لگا دیں اور اوّلین فرصت میں اسلام کے ان ارکان کو قائم کریں جو عہد ماضی میں مفہوم کر دیے گئے تھے ہم غریبوں کو اس بارے میں تاخیر توقف سے سخت بے چینی ہے جبکہ بادشاہان اسلام ہی میں سنن نبویہ کی ترویج کا جذبہ نہ ہو اور ان کے مقربین بھی اس بارے میں کچھ نہ کریں۔ تو فقراء و اہل اسلام کے لیے بڑا تنگ و تاریک ہو جائے گا۔ کیا بتائیں! کہ اس دینی بربادی کی وجہ سے ہمارا کیا حال ہے۔ آہ! جو دولت ہم سے چھینی ہے اگر وہ جناب سلیمان کے ہاتھ سے گئی ہوتی۔ تو وہ خود اور ان کے ساتھ دیوپری سب خون کے آنسو روتے۔"(15)

خان جہاں جو سلطان وقت کے مقربین خاص میں سے تھے اور جہانگیر جن کی بات کو سنتا اور مانتا تھا۔ ان کی اصلاح کی طرف حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو خاص توجہ تھی۔ مکتوبات کے تینوں دفتروں میں آپ کے نام بہت سے مکاتیب ہیں۔ دفتر دوم میں ایک طویل مکتوب گرامی ہے۔ جس میں آپ نے دین کے تمام مہمات، تمام ضروری عقائد اور ارکان اسلام کو بڑی خوش اسلوبی اور خوبی سے جمع فرمایا ہے اور بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک شخص کو دین اسلام اور طریقہ اہل سنت والجماعت سے واقف کرانے کے لیے یہی مکتوب کافی ہے اور اس مکتوب سے آپ کی تحریک کی مجددانہ مساعی بھی واضح ہوتی ہے اس میں دین کے متعلق ضروری باتیں لکھنے کے بعد لکھتے ہیں:

"حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو جس دولت عظمیٰ سے ممتاز کر رکھا ہے عام آدمی اس سے ناواقف ہیں بلکہ بہت ممکن ہے کہ اس کا احساس تم کو خود بھی نہ ہو کہ جبکہ بادشاہ وقت آپ کی ہر بات سنتا اور مانتا ہے۔ تو کتنا اچھا موقع اور کیسی نعمت ہے کہ صراحتاً یا اشارتاً جب جیسا موقع سمجھا جائے گا۔ کلمہ حق یعنی حضرات اہلسنت و جماعت کے معتقدات کے موافق اسلامی تعلیمات ان کے کان میں ڈالی جائیں اور اہل حق کی باتیں وہاں تک پہنچائیں جائیں بلکہ ہمہ وقت اس کے متلاشی اور منتظر رہیں کہ کوئی موقع مذہبی اور دینی گفتگو کا آئے تا کہ اسلام کی حقانیت اور کفر اور اہل کفر کی خرابیاں بیان کی جا سکیں۔"(16)

علماء کی طرف سب سے زیادہ متوجہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ علماء ہی تھے جو حالات میں بہتری پیدا کرنے کے لیے مؤثر ثابت ہو سکتے تھے کیونکہ انہیں بادشاہ کا قرب حاصل تھا۔ جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ براہ راست بادشاہ کے خیالات پر اثر انداز ہو سکتے تھے۔

غیر سرکاری، سنجیدہ طبقے، اراکین سلطنت کی اصلاح شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مقصد کی پہلی اور دوسری کڑی تھی۔ مکتوبات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے دربار کے تمام ممتاز اراکین کو اپنا ہم خیال بنا لیا تھا چنانچہ خان خاناں، خاں جہاں، خان اعظم، خواجہ جہاد مرزاداراب، قلیج خان اور سید فرید وغیرہ کے نام مکتوبات موجود ہیں۔

شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کو جہاد بالقلم کے زمرے میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے اپنے ان مکتوبات میں باطل عقائد و نظریات کے حامل لوگوں کا شد و مد سے رد کیا۔ اس حوالے سے جمیل احمد شرقپوری لکھتے ہیں:

> "شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات ان کے تجدیدی کارناموں کا بین ثبوت ہیں۔ علمائے سوء نے رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے بارے میں جب اپنی بدعقیدگی کا اظہار کیا تو شیخ نے اس کے خلاف قلمی جہاد کیا۔ آپ نے مکتوبات کے ذریعے مسلسل کوششوں سے پاک وہند میں سنت کا دوبارہ احیاء کیا اور کفر و ذلالت کے اور بدعات کے بادل چھٹ کر اسلام کا نور پھیل گیا۔"(17)

محمد منظور نعمانی کے مطابق امرائے سلطنت کو خطوط لکھنے کا یہ فائدہ ہوا کہ ان امراء کی وجہ سے بادشاہ کے رویے میں نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی اور اس نے شیخ فرید کو حکم دیا کہ مسائل شریعہ میں رہنمائی کے لیے چار دین دار علماء مہیا کیے جائیں۔ شیخ سرہندی کو یہ سن کر بہت خوشی ہوئی اور انہوں نے شیخ فرید کے نام ایک خط لکھا کہ ان علماء کے انتخاب میں احتیاط سے کام لیا جائے تاکہ پھر علماءِ سُوء معاملات کو بگاڑ نہ دیں۔(18)

علماءِ سُوء کے علاوہ نام نہاد صوفیہ کی بھی آپ نے خوب خبر لی جو تصوف کا لبادہ اوڑھ کر عجیب و غریب خیالات اور عقائد کے ذریعے سادہ لوح لوگوں کو گمراہی کے گھڑے میں دھکیل رہے تھے۔ ان گمراہ اور متصوفین(19) کا ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ خدا کی عبادت بس اس وقت تک ضروری ہے جب تک معرفت حاصل نہ ہو۔ حصولِ معرفت کے بعد عبادت کی حاجت نہیں۔ اس کے متعلق

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بڑے غضب ناک ہو کر لکھتے ہیں: بہت سے کچے متصوفہ اور بے سر و ساماں ملحدوں کا خیال ہے کہ خواص صرف معرفتِ الٰہی کے مکلف ہیں اور کہتے ہیں کہ شریعت پر عمل کرنے سے مقصود تو معرفت ہے پس جب معرفت حاصل ہو گئی تو احکام شریعہ ساکت ہو گئے۔ اور آیت کریمہ ''وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ''[20] کو شہادت میں پیش کیا اور نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ عبادت کی انتہاء حصولِ معرفت پر ہے اللہ ان کو رسوا کرے کس قدر جاہل لوگ ہیں۔ عبادت کی جس قدر ضرورت عارفوں کو ہے مبتدیوں کو اس کا دسواں حصہ بھی حاجت نہیں۔[21]

اربابِ تصوف کی ایک عام غلطی یہ بھی تھی کہ وہ اپنے مشائخ طریق کے مکاشفات اور معارف کو اصل سمجھتے تھے اور اپنے اعمال کی بنیاد اسی پر رکھتے تھے خواہ وہ ظاہر شریعت سے متصادم ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے خلاف بھی مجددانہ جرأت و عزیمت سے لکھا:

> ''احکامِ شریعہ کے اثرات میں بس کتاب وسنت کا اعتبار ہے اور قیاس واجماع بھی مثبت احکام ہیں ان چار ادلہ شریعہ کے بعد کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے احکام ثابت ہو سکیں۔ اولیاء کرام کے الہام سے کسی چیز کی حلت یا حرمت ثابت نہیں ہو سکتی اور اربابِ باطن کا کشف کسی فرض یا سنت سے ثابت نہیں کر سکتا۔ بہت سے جاہل صوفی طریق سنت و شریعت سے ہٹ کر ریاضت و مجاہدے کرتے تھے اور اسے وصول الی اللہ کا ذریعہ سمجھتے تھے۔''

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

> ''طریق سنت سے ہٹ کر جو ریاضتیں و مجاہدے لوگ کرتے تھے ان کا کچھ وزن اور اعتبار نہیں۔ ایسی ریاضتیں یونان کے فلسفی اور ہندوستان کے برہمن اور جوگی بھی کرتے تھے۔ لیکن سوائے گمراہی اور خسارے کے ان کو ان سے کچھ حاصل نہ ہوا۔ دراصل ان متصوفہ کی ان تمام غلط فہمیوں کی اصل و اساس ایک ہی تھی کہ یہ شریعت و طریقت کو الگ الگ سمجھتے تھے اور اربابِ معرفت و سالکین راہِ طریقت کے لیے ظاہر شریعت کا اتباع ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ اس لیے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اس بنیادی گمراہی کے خلاف بہت زیادہ زورِ قلم فرمایا ہے۔''

جہانگیر نے اگرچہ شیخ فرید سے ملکی معاملات کو اسلامی شریعت کے مطابق چلانے کا عہد کیا تھا لیکن وہ ذاتی طور پر بہت زیادہ نہیں بدلا تھا۔ جس کا ثبوت اس کی تزک سے ملتا ہے۔ اس کے معاملات میں اس کی بیوی نور جہاں بہت زیادہ دخیل تھی جو خود ایک شیعہ تھی۔ اس وجہ سے مغل دربار میں شیعہ کا عنصر بہت زیادہ تھا۔ اور اس کے سامنے سب سے بڑی رکاوٹ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو اس وقت شیعہ کے سخت خلاف تھے۔(22)

مخالفین کی ایک جماعت آپ کے خلاف سازشوں میں مصروف تھی۔(23) کسی نے کہا شیخ بہت مغرور ہے اس لیے آپ کو سجدہ نہیں کرتا جب بادشاہ نے آپ کو سجدہ کرنے کا کہا تو آپ نے انکار کر دیا اور کہا کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں۔ آپ کے اس فعل کے متعلق میاں جمیل احمد لکھتے ہیں:

> "شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو شاہی جاہ و جلال اور کروفر مرعوب نہ کر سکے۔ آپ کی دینی حمیت و غیرت جوش میں آئی اور آپ نے کہا کہ اے جہانگیر! یہ ایک کھلی ہوئی گمراہی ہے۔ میں اپنے جیسے مجبور انسان کو قابل سجدہ سمجھوں جبکہ اللہ کی ذات کے سوا کسی کے سامنے سجدہ جائز نہیں۔"(24)

جب جہانگیر نے شیخ کی اس بے باکی اور جرأت کو دیکھا تو اس کے ذہن میں درباریوں کی باتیں اور آپ کے متعلق ان کے خدشات درست معلوم ہونے لگے اور اس نے آپ کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ اس طرح آپ کو گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ جہاں آپ تقریباً ایک سال تک قید رہے۔ آپ قید کے دوران بھی اپنے حقیقی مقصد کو نہیں بھولے اور قید خانہ میں بھی اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام سرانجام دیتے رہے۔ زندانِ گوالیار میں ہی کئی غیر مسلموں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور کئی مجرموں نے صدق دل سے توبہ کی۔

پروفیسر ٹی ڈبلیو۔ آرنلڈ نے اپنی کتاب میں مسلمانوں کی تبلیغی مساعی کا جائزہ لیا ہے، اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

> "شہنشاہ جہانگیر کے عہد حکومت میں شیخ احمد نے قید و بند کے دو سالوں میں اسی قید خانے میں اپنے ساتھ قید کئی بت پرستوں کو مسلمان بنالیا تھا۔"(25)

اس ساری تفصیل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شیخ نے جہانگیر سے مرعوب ہونے کی بجائے اس کے سامنے جرأت کے ساتھ حق کی بات کی۔ یہی وجہ ہے کہ جہانگیر نے اس بات کو اپنی توہین

سمجھا اور شیخ کو قید کرنے کا حکم دیا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ کو کسی کا خوف اور ڈر حق سے دور نہ کر سکا اور انہوں نے ہمیشہ شریعت کی پیروی اور بالادستی کے لیے کام کیا۔ اس کے بدلے انہیں کتنی ہی مشکلات کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑا۔ آپ نے صبر و استقامت سے اس قید کو قبول کیا۔ "تزک جہانگیری" کے اندراج کے مطابق جہانگیر نے آپ کو رہا کرنے کے بعد اپنے گھر جانے یا لشکر کے ساتھ رہنے کا اختیار دیا تھا۔ [26]

اس طرح پورے لشکر میں بلکہ پوری مملکت میں جہاں جہاں لشکر جاتا آپ کو تعلیم و تبلیغ کا پورا موقع ملتا۔ لشکر میں قیام کے دوران آپ کو بادشاہ کو بھی تلقین کرنے کا موقع ملتا۔ اکبر کی بے راہ روی کے باوجود جہانگیر میں اسلامی غیرت اور حمیت کا جذبہ پیدا ہوا اور اسی لیے وہ اخیر عمر میں شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی معتقد ہو گیا۔ محمد امین شرقپوری لکھتے ہیں کہ بعد میں جہانگیر کہا کرتا تھا کہ میں نے زندگی میں کوئی ایسا کام نہیں کیا کہ جس سے نجات کی امید ہو البتہ ایک روز شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اللہ ہمیں جنت میں لے جائے گا تو تیرے بغیر نہ جائیں گے۔ [27]

الغرض حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی ایمانی حرارت اور جہانگیر کی مذہبی غیرت کے تعاون سے اسلام کی شمع جو اکبر کے دور میں زرد پڑ چکی تھی پھر سے منور ہو گئی۔ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے اس تجدیدی کام کو ان کی اولاد اور خلفاء نے اپنی کوششوں سے جاری رکھا اور برصغیر کے علاوہ کئی ممالک تک ان کی تعلیمات کو پھیلایا اور لوگوں کو اپنے فیض سے مستفیض کیا۔ مجددی تحریک کے اثرات کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے بعد کے زمانہ میں ہندوستان میں جتنی اصلاحی تحریکیں برپا ہوئیں ان سب میں تحریک مجددی کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ ان تحریکوں کو چلانے والے افراد کسی بھی دور میں فکر مجدد سے فیض حاصل کیے بغیر نہ رہ سکے۔ صیانت عقیدہ و عمل کے لیے یہ تگ دو اور اس کے اثرات سولہویں صدی تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ جب بھی کہیں بھی وحدت ادیان / لبرل ازم / وحدت انسانیت عالمگیریت جیسے دلکش و دلفریب نعروں کے ذریعہ فکر اسلامی پر حملہ ہو گا۔ مجددی لائحہ عمل رہنمائی کے لیے موجود ہو گا۔

حوالہ جات و حواشی

[1] جیسے فرقہ نفطویہ، ذکری اور روشنیہ، شطاریہ، مداریہ اور مہدوی تحریک اہم ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل کتب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ (اسفندیار، دبستان مذاہب۔ نذیر احمد، اکبری دور کا فارسی ادب۔ محمد اسلم، دین الٰہی کا پس منظر۔ شاہ نواز ماثر الامراء۔ ابو الحسن ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت۔ ملا عبد القادر بدایونی، منتخب التواریخ۔ ابو الفضل، آئین اکبری۔ مولوی عبد المجید، ذکری مذہب اور اسلام۔ ایس ایم اکرام، رود کوثر۔ اعجاز الحق قدوسی، تذکرہ صوفیہ سرحد۔ نظام الدین احمد، طبقات اکبری۔ خلیق احمد نظامی، سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات۔ شیخ عبد الحق، اخبار الاخیار۔ Azra Nizamai, Muslims in India.۔ ابو الکلام آزاد، تذکرہ۔ اشتیاق حسین قریشی، برعظیم پاک وہند کی ملت اسلامیہ۔ خلیق احمد نظامی، سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات۔ مولوی رحمان علی، تذکرہ علماء ہند۔)

[2] اختر، عبد الحکیم، شاہجہان پوری، مجددی عقائد و نظریات، لاہور: حامد اینڈ کمپنی، ۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء، ص: ۳۱۰

[3] حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تجدیدی کردار کے حوالے سے سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں جن میں ان کی زندگی کے حالات اور ان کے افکار و نظریات کو بیان کیا گیا ہے۔ خاص طور پر ڈاکٹر مسعود احمد نے ان کی حیات و افکار کے بارے میں نہایت محققانہ کتب لکھی ہیں، جن میں سیرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور مجدد ہزارۂ دوم شامل ہے۔ جہان امام ربّانی کے نام سے ۱۱ر جلدوں میں اور باقیات جہان امام ربّانی ۳ر جلدوں میں ڈاکٹر مسعود احمد کی زیر نگرانی یہ موسوعاتی طرز کا کام امام ربانی فاؤنڈیشن نے شائع کیا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ۱۹۵۳ء میں "حضرت امام ربّانی کے سیاسی مکتوبات" پر محمد مظفر علی رضوی نے لکھا اور ۱۹۶۷ء میں "حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی دینی و علمی خدمات" میں ایم۔ اے کے لیے عظمت اللہ نے اپنا مقالہ لکھا۔ "ڈاکٹر محمد اقبال و حضرت مجدد الف ثانی: افکار و نظریات" ایم فل کی ڈگری کے لیے ڈاکٹر بابر بیگ مطالی کا مقالہ جو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں لکھا گیا۔ "مکتوبات امام ربّانی کی دینی اور معاشرتی اہمیت" سندھ یونیورسٹی جام شورو میں پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے حصول کے لیے ڈاکٹر سراج احمد کا مقالہ ہے۔ ڈاکٹر بابر بیگ مطالی کا مقالہ "مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ: تخریج احادیث" پنجاب یونیورسٹی میں پی ایچ۔ ڈی کے لیے لکھا گیا۔ ڈاکٹر محمد انصار خان کا مقالہ "مکتوبات امام ربّانی کی تاریخی تعیین" سندھ یونیورسٹی جام شورو میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے لیے لکھا گیا۔ "حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیری و فقہی خدمات" میں ڈاکٹر ہمایوں عباس کا مقالہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لیے بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں لکھا گیا۔ ایم۔ اے کی تکمیل کے لیے "حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیری خدمات"

محمد زاہد نے جی سی یونیورسٹی فیصل آباد میں لکھا۔ ''سلوک مجددی کی خصوصیات'' انور علی شاہ کا مقالہ برائے ایم۔ اے پنجاب یونیورسٹی لاہور میں لکھا گیا، اس کے نگران ڈاکٹر برہان احمد فاروقی تھے۔ بعنوان ''سلوک نقشبندیہ افکار امام ربّانی کی روشنی میں'' رفعت اویس نے ڈاکٹر محفوظ احمد کے زیر نگرانی جی سی یونیورسٹی فیصل آباد سے برائے حصول ڈگری ایم۔ فل لکھا۔ اس کے علاوہ صوفیہ کرام پر ہونے والے کاموں میں ''اکابرین قادریہ کی علمی و دینی خدمات (۱۱۹۸ھ تا ۱۴۱۳ھ)'' ڈاکٹر فرید الدین قادری نے برائے پی ایچ۔ ڈی حصول ڈگری کے لیے کیا۔ ''صوبہ سرحد میں علماء کی سیاسی و علمی خدمات'' کے نام سے پی ایچ۔ ڈی سطح کا کام عبد الریان نے یونیورسٹی آف پشاور سے کیا۔ ڈاکٹر عبد العلی اور ظفر الاسلام اصلاحی نے ''فکر اسلامی کے فروغ میں شیخ احمد سرہندی کی خدمات'' کے نام سے بارہ مقالات پر مشتمل مجموعہ مرتب کیا جسے ادارہ علوم اسلامیہ علی گڑھ یونیورسٹی نے ۲۰۰۵ء میں شائع کیا۔ ''حضرت مجدد الف ثانی افکار و تعلیمات'' یہ مجموعہ صاحبزادہ ساجد الرحمٰن نے ۲۰۰۷ء میں مرتب کیا۔ ''ارمغان امام ربانی'' کے نام سے مقالات کا مجموعہ صوفی غلام سرور نقشبندی نے مرتب کیا اور شیر ربانی پبلی کیشنز، لاہور نے ۲۰۰۷ء میں شائع کیا۔ صوفی غلام سرور نے ''فکر امام ربانی'' کے نام سے ایک اور مجموعہ مرتب کیا جو ۲۰۰۸ء میں شائع ہوا۔

[4] سرہندی، شیخ احمد، مکتوبات امام ربانی، دفتر: اول، مکتوب: ۶۵

[5] سرہندی، شیخ احمد، مکتوبات امام ربانی، دفتر: سوم، مکتوب: ۹۶

[6] میاں محمد افضل، اعلائے کلمۃ الحق کی روایت اسلام میں، ص: ۲۲۱

[7] قدوسی، اعجاز الحق، اقبال اور علماء پاک وہند، لاہور: اقبال اکادمی، پاکستان، ۱۹۷۷ء، ص: ۲۲

[8] مجدد اس بڑے عالم کو کہتے ہیں جو اپنی قابلیت سے ان خرابیوں کو دور کر دے جو مذہب میں پیدا ہو گئی ہوں اور سچے اور بالکل صحیح اصولوں کو لوگوں کے سامنے لے آئے۔ (زیدی، سید نظر، آسمان علم کے درخشندہ ستارے، لاہور: حرا پبلی کیشنز، ۱۹۹۴ء، ص: ۹۱)

[9] سرہندی، شیخ احمد، مکتوبات امام ربانی، دفتر: دوم، مکتوب: ۶

[10] ندوی، سلیمان، سیرت سید احمد شہید، کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۹۷۵ء، ج: اول، ص: ۲۲

[11] مودودی، ابو الاعلیٰ، تجدید و احیائے دین، لاہور: مکتبہ جماعت اسلامی، ۱۹۵۲ء، ص: ۹۵

[12] آپ ایران کے ایک قصبہ گیلان میں ۴۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عمر میں بزرگی کے آثار نمایاں تھے۔ ابتدائی تعلیم گیلان سے حاصل کی اور پھر مزید تعلیم کے لیے بغداد چلے گئے اور تعلیم کے حصول کے بعد وعظ و نصیحت، درس و تدریس اور فتویٰ نویسی کا آغاز کیا۔ ابو سعید مخزومی کے دست حق پر بیعت کی۔

آپ کا سلسلہ طریقت گیارہ واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہے۔ آپ نے ۵۶۱ھ میں وفات پائی۔ (غلام سرور، مفتی، خزینۃ الاصفیاء، مترجم: محمد ظہیر الدین، لاہور: مکتبہ نبویہ، ۱۹۹۴ء، ص: ۱۱۵)

[13]شر قپوری، جمیل احمد، ارشادات مجدد، لاہور: حامد اینڈ کمپنی، س ن، ص: ۲۷

[14]سرہندی، شیخ احمد، مکتوبات امام ربانی، دفتر: اول، مکتوب: ۸۱

[15]ایضاً، مکتوب: ۱۹۵

[16]سرہندی، شیخ احمد، مکتوبات امام ربانی، دفتر: دوم، مکتوب: ۶۷

[17]شر قپوری، جمیل احمد، ارشادات مجدد، ص: ۱۶

[18]محمد منظور نعمانی، تذکرہ امام ربانی مجدد الف ثانی، ڈیرہ اسماعیل خان: مکتبہ سراجیہ موسیٰ زئی، ۱۹۷۷ء، ص: ۱۵۴

[19]مستصوف وہ ہے جو دنیاوی عزت و منزلت اور مال و دولت کی خاطر خود کو صوفیوں جیسا ظاہر کرے اور اسے صوفیانہ منازل و مقامات کی کچھ خبر نہ ہو۔ ایسے نقلی صوفیہ کے لیے عرفاء کا مقولہ ہے کہ "المستصوف عند الصوفیۃ کالذباب وعند عیرھم کالذباب" صوفیہ کے نزدیک نقلی صوفی مکھی کی مانند ذلیل و خوار اور دوسروں کے لیے بھیڑیا کی مانند ہے۔ گویا صوفی صاحب وصول ہے اور متصوف صاحب اصول اور مستصوف صاحب نقول اور فضول ہے۔ (ہجویری، علی بن عثمان، کشف المحجوب، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء، ص: ۱۰۳)

[20]الحجر: ۹۹

[21]سرہندی، شیخ احمد، مکتوبات امام ربانی، دفتر: اول، مکتوب: ۲۷۶

[22]توکلی، نظام الدین، احوال امام ربانی، لاہور: سنی لٹریری سوسائٹی، ۲۰۰۳ء، ص: ۲۴

[23]سرہندی، شیخ احمد، مکتوبات امام ربانی، دفتر: سوم، مکتوب: ۱۵

[24]شر قپوری، جمیل احمد، ارشادات مجدد، ص: ۲۹

[25]T.W. Arnold (1913), The Preaching of Islam, London: Constable and Company, Ltd. P.306.

[26]جہانگیر، نور الدین، تزک جہانگیری، ص: ۳۴۳

[27]شر قپوری، محمد امین، تذکرہ اولیاء، نقشبند، لاہوڑ: پیکو لمیٹڈ، ۱۳۷۲ھ، ص: ۵۰